مدخل میں ہے فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد یمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الخ تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم و اعظم واکد والزم ہے تو جہاں دونوں نہ بن پڑیں محاذات خطیب سے درگذریں اور منارہ یا فصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ھذا کلہ ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ و تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد للہ فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولی بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادنی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قراءت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا فرد ہے ولہذا اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لیے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لیے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب زائل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوا الی ذکر اللہ کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان

مسئلہ ۔ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کونسا جواب احق بالقبول ہے۔ سوال۔ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں خطیب کو خطبۂ ثانی میں منبر سے ایک سیڑھی اترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بسند الکتاب وتوجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ھو الصواب صورت مسئولہ میں خطیب کو سیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۲۶ میں

مذکور ہے قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث بعضھم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ سفلی ثم العود بدعۃ قبیحۃ شنیعۃ واللہ اعلم بالصواب محمد عیسٰی عفی عنہ۔ المجیب مصیب عنداللہ عبدالرحمٰن ولد مولوی محمد عیسٰی عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ اللھم ارنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے ان المسئلۃ الواقعۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ خصوصا انتھی ملتقطا یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو یا شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ وہ منکر وہ ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو اب اہل انصاف بغور ملاحظ فرماویں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نول کشور میں تحریر فرماتے ہیں میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین را کہ در زینہ پایاں فرود آمدہ می خوانند وجہش چیست ایں تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت بآں سرور و بخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ اند و جائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشاں با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیھم انتھی علامہ حسین کاشفی مولف تفسیر حسینی اپنی کتاب ترغیب الصلاۃ میں فرماتے ہیں اذاں پایہ منبر کہ حمد و ثنا و درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتھی مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام و خلفائے راشدین آں سرور کائنات علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مطلب عبارت ترغیب الصلوۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثنا و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آوے اور ذکر و دعائے سلطان کرکے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے اب منصفین غور فرماویں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لیے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کردی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اترنا جاری ہوا ہے اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقۂ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ما نحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا

کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو اور اُس سے منع کرنا واجب ہوگا ودونہ خرط القتاد اور جو علما اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لایخالف شیئاً من ذالک فلیس بمذموم انتھی یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو چیز ایسی نکالی جاوے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جاوے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلثہ مشہورہ اعنی واجبہ مندوبہ ومباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کونسی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خلاف ہے یا کون سے اجماع کے خلاف ہے جب ان ادلۂ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس قول میں وما احدث من الخیر مما لایخالف شیئاً من ذالک فلیس بمذموم میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگیا عاقل منصف کے لیے اشارہ کافی ہے ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ حررہ المفتقر الی ربہ القدیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ الحمد للہ المنزل القرآن المبین، علی عارج معارج التقریب المکین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین، الیہ یصعد الکلم الطیب والحمد للہ رب العلمین۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنھوں نے اس سے منع فرمادیا ہے اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیرخواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے قال اللہ تعالٰی ام تقولون علی اللہ ما لاتعلمون ۵ کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو دلیل شرعی مجتہد کے لیے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لیے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یوں نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمہ رہے ولہ حاتھا من تولی قاذھا اگر احیاناً کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ ساقہ مساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں

منقول ہے خود اسی ردالمحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہوجائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا یہ نہ فرمایا کہ یہ نزول وصعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی نے ملحوظ رکھا مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضھم بعض نے یوں بحث کی ہے بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحۃً کسی کلیہ نامخصوصۂ مذہب کے تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث ونظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں جواب ہوگا کہ حرام یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیۂ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیۂ مذہب کے نیچے بھی صراحۃً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر وہ بحث بعضھم پر اکتفا نہ کرتے پھر بعضھم کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لااقل اُن کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ واشعار کی جابجا تصریح کی درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا ع واعتاقہ بعض الائمۃ ینکر؛ اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا مفھوم قولہ بعض الائمۃ ینکر انہ یجوزہ اکثرھم ولم ینقل ذٰلک الخ بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے درمختار کتاب الغصب میں تھا اختار بعضھم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا شامی نے کہا ھذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ھذا التعبیر بعدم اعتمادہ درمختار فصل صفۃ الصلاۃ میں تھا او بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حال الانحناء لاباس بہ عند البعض منیۃ المصلی شامی نے لکھا قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد الخ اس تقریر منیر سے بحمد اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اُس دعوے جزم بحکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث **اقول اولاً** وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابل استناد اسی ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے قول المعراج رأیت فی موضع الخ لایکفی فی النقل لجھالتہ **ثانیاً** محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقۂ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگاسکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہوسکتی ہے والا لکان تقلید مقلد وھو باطل اجماعا **ثالثاً** اُس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں اگر کہیے حادث ہے **اقول** مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع نہ اُس کی حجیت علامہ شامی نہ امام ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم ردالمحتار میں ہے صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفھم للکتاب والسنۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ المأکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی ومثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکوی امام ابن حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں الحاصل ان

البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعیت مستلزم قبح وشناعت نہیں معہذا یوں تو وہ محل جس پر یہ نزول وصعود ہوتا ہے یعنی ذکرِ سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول وصعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز ثم یدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنبا فی مدحہ عما قالوا انہ کفر وخسران کما فی الترغیب وغیرہ فرمایا اشار الشارح بقولہ جوزالی حمل قولہ ثم یدعو علی الجواز لا الندب لانہ حکم شرعی لابدلہ من دلیل وقد قال فی البحرانہ لایستحب لما یروی عن عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ حین سئل عن ذلک فقال انہ محدث وانما کانت الخطبۃ تذکیرا اھ ولامانع من استحبابہ فیھا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم وما فی البحر من انہ محدث لاینافیہ فان سلطان ھذا الزمان احوج الی الدعاء لہ ولامرائہ بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تکون البدعۃ واجبۃ او مندوبۃ اھ مختصرا **اگر کہیے** زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین وبتول زہرا وریحانتین مصطفٰی وستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیھم جمیعا وبارک وسلم سب زیادت علی سنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہریں گے زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتقاد سنت ہو ورنہ باعتقاد اباحت یا ندب زیادت نہیں درمختار بیان سنن الوضوء میں ہے لوزاد لطمانینۃ القلب اولقصد الوضوء علی الوضوء لاباس بہ وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اسی ردالمحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے الصحیح انہ محمول علی الاعتقاد دون نفس الفعل حتی لوزاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید خود علامہ شامی فرماتے ہیں اقول قد تقدم ان المنھی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الھدایہ وغیرہ وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لوزاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء النھر مثلا مع عدم اعتقاد سنۃ ذلک نظیر من ملأ اناءً من النھر ثم افرغہ فیہ ولیس فی ذلک محذور سوی انہ عبث لافائدۃ فیہ وھو فی الوضوء زائدۃ علی المامور بہ فلذا سمی فی الحدیث اسرافا قال فی القاموس الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ ولایلزم من کونہ زائدا علی المامور بہ وغیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنتہ یکون قد تعدی وظلم لاعتقادہ ما لیس بقربۃ قربۃ فاذا حمل علماؤنا النھی علی ذلک **اگر کہیے** اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولا وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کردیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علماء کبھی کبھی اُسے ترک بھی کردیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز وبدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ۔ فقیر غفرالمولی القدیر نے اپنی کتاب رشاقۃ الکلام حاشیہ اذاقۃ الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات ائمہ دین وعلمائے معتمدین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں اسی ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے مقتضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترک فان لزوم الایھام ینتفی بالترک

احیانا اھ باختصار اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ نے بروجہ کافی نقل کردیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہوگئی اور توہم عبث زائل ہولیا **وانا اقول** وباللہ التوفیق جن اعصار وامصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرع سے ناشی ہوسکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلا پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعار سلطنت قرار پاچکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے مورد عتاب ہوگا مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ مؤکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے اسی ردالمحتار اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے وایضا فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الاٰن من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ ولذا قال بعض العلماء لوقیل ان الدعاء لہ واجب لما فی ترکہ من الفتنۃ غالبا لم یبعد کما قیل بہ فی قیام الناس بعضھم لبعض اور شک نہیں کہ صدہا سال سے اکثر سلاطین زماں فساق ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حدود شرعیہ یک لخت اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹکس اور جرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے اسی ردالمحتار آخر کتاب الاشربہ میں سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے قد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوہیں اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلک العرش جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک و ابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما خطبا جب کہ مجبورانہ اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علاحدہ بھی کردیں کہ نفس عبادت ایسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جدائی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ رہے اس کے لیے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کرکے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃ واحدۃ معاً صادر ہوئے وعن ھذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا لحقہ فی المجلس والا فی الایجاب انما کان لفظا صدر فعدم القبول لم یوجد بعد واذا وجد لم یکن الایجاب موجوداً والموجود لا یرتبط بالمعدوم کما افادہ فی الھدایۃ وغیرھا لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لیے زینہ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اسکے قطع ہی کے لیے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع تبدل مجلس و انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علما نے تبدیل مجلس گنا ہے اسی ردالمحتار میں ہے لعل وجھہ ان الانتقال من غصن الی غصن

والتسدیۃ ونحوذلك اعمال اجنبیۃ کثیرۃ یختلف بها المجلس حکما کالکلام والاکل الکثیر لما مرمن ان المجلس اوالبیت بل یختلف حکما بمباشرۃ عمل یعد فی العرف قطعا لما قبلہ ولاشك ان هذہ الافعال کذلك وان کانت فی المسجد اوالبیت بل یختلف بها حقیقۃ لان المسجد مکان واحد حکما وبهذہ الافعال المشتملۃ علی الانتقال یختلف حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اُس محظور کے دفع کو اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لیے خطبہ قطع فرما کر نیچے اُترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضهم کی بحث اصلا متجہ نہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لیے کوئی محل احتجاج نہیں جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول وصعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کرسکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ ومخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے خصوصاً کذب وشنائع کو عبادت میں ملانا تو اُس کے لیے یہ نزول عذر نہیں ہوسکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار فرق مراتب جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالٰی کے مکتوبات میں ہے نزول وصعود ایک وجہ موجہ رکھتا ہے اس صورت میں اُس پر نکیر لازم نہیں ہاں عوام سے اندیشۂ اعتقاد سنیت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول وصعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب ومندوب ہے اور اس نیت کے لیے نزول وصعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ وارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے هذا ماظهر لی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ڈاکخانہ مہر گنج چڑنگی ضلع بریسال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب، ار جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

یک فریق ازیں دو دو میاں متواطن فورید فوری اند صلاۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چرا اینجا شہر نیست بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وینفذ الاحکام ویقیم الحدود وایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح وتہلیل وغیر ذلک اخذ می کنند وایک جماعت صلاۃ جمعہ را می خوانند وایں دیار را شہر گویند بمطابق قول صاحبین وہو قول البعض وہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعہم فہو مصر بمصداق ایں کہ ملک بنگالہ وہند را شہر بگویند و نماز مذکور در وادا می کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند وایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است ونزد صاحبین جائز ست مگر قول متقدمین را اتباع می کنم ومتاخرین در پائے نشدم علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت تنازع می کنند۔

الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اهلہ نہ مذہب امام ست نہ قول صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است وحاجت باو نیست امصار دیار ہند و بنگالہ بلاشبہ شہر ہائے دارالاسلام ست وجمعہ درانہا فرض وترک او معصیت شدیدہ وانکار او ضلالت بعیدہ در مذہب امام وسائر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچہا وبازار ہائے دائم داشتہ باشد ومراد رار وستا ہا باشد چنانکہ او را در اصطلاح حال ضلع یا پرگنہ خوانند ودر وحاکمے باشد کہ بحشمت وسطوت خود داد ستم زدہ از ستمگاراں تواں گرفت اگرچہ نگیرد ہمین ست معنی ینفذ الاحکام ویقیم الحدود الا از ہند وبنگالہ چہ گوئی خود حرمین محترمین نیز از مصریت خارج شوند واقامت جمعہ آنجا حرام زیرا کہ حدود از صدہا سال مفقود ومسدود شدہ ست